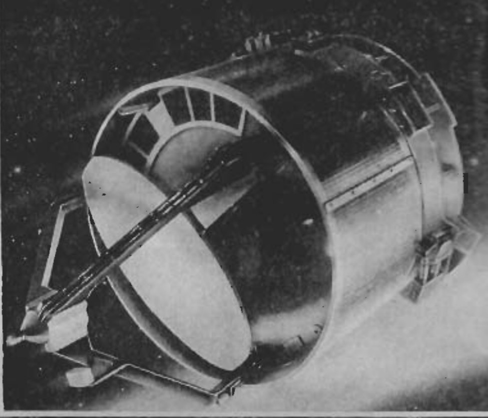

مواصلاتی سیارے کے ذریعے جہنم سے مرزا قادیانی کا تاریخی انٹرویو

شاں شاں، فنن، فنن، شرر شرر، فرر فرر، شوں شوں ، ڈزن ڈزن، ٹھاہ ٹھاہ. تڑاخ تڑاخ. ہائے ہائے، ہو ہو، ہرل ہرل، ڈم ڈم، ٹھک ٹھک، چھڑل چھڑل، کرل کرل. دھڑن دھڑن. زوں زوں. فوں فوں، دھبڑ دھبڑ، کھڑک کھڑک، کی دلدوز اور روح کو ہلا دینے والی صدائیں جہنم سے بلند ہو رہی ہیں۔ بڑی محنت، مشقت اور جانفشانی کے بعد مصنوعی سیارے کا رابطہ جہنم سے قائم ہو چکا ہے اور عنقریب زندان جہنم کے قیدی نمبر ۴۲۰ مرزا قادیانی سے رابطہ قائم ہو جائے گا ___ لیجئے مرزا قادیانی سے رابطہ قائم ہو گیا ___ ہیلو، مرزا قادیانی ...... ہیلو مرزا قادیانی ...... ہیلو مرزا قادیانی ......

جی مرزا قادیانی بول رہا ہوں۔

س : مجھے آپ سے ایک انتہائی ضروری انٹرویو کرنا ہے۔

ج : گذشتہ پچاس برسوں سے میں نے کان پکڑے ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ کے کوڑے میری پشت پر بجلی کی سرعت سے برسائے جا رہے ہیں جس کی تکلیف سے میری پشت کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئی ہیں۔ ابھی چند ہی منٹ ہوئے ہیں کہ میرے عذاب میں کچھ تخفیف ہوئی ہے اور آپ اصرار کر رہے ہیں انٹرویو کے لئے۔

س : دیکھیئے ہم نے آپ کے انٹرویو کے لئے کروڑوں روپے خرچ کیے ہیں اس لئے آپ ہمیں مایوس نہ کریں۔

ج : اچھا بابا میں انٹرویو کے لئے تیار ہوں۔

س : آپ سے ایک ضروری درخواست کرنا ہے کہ آپ کے منہ سے ساری زندگی جھوٹ کی آبشار گرتی رہی اور شاید ہی آپ نے کبھی سچ بولا ہو لیکن آج ہمارے سوالوں کا جواب سچ سچ دیں۔

ج : یہ سچ ہے کہ میں ساری زندگی جھوٹ ہی بکتا رہا۔ لیکن اب تو میں اپنے اعمال کی سزا پا کر جہنم کا دائمی مکین ہو چکا ہوں۔ اب مجھے جھوٹ بولنے کا کیا فائدہ۔ آپ یقین رکھئے. مجھے شیطان کی قسم، جو کہوں گا سچ کہوں گا۔

س : آج کل آپ کے مزاج ؟

ج : میرا جسم اور لپکتے شعلوں کا راج۔

س : آپ کا نام ؟

ج : میرا نام مرزا قادیانی ہے۔ بچپن میں مجھے سندھی اور دسوندی بھی کہتے تھے۔ ویسے عرف عام میں مجھے "گاماں کانا" کہا جاتا تھا۔

س : تاریخ پیدائش؟

ج : میری آٹھ دس تاریخ ہائے پیدائش ہیں۔ کیونکہ مجھے اپنے مختلف دعووں کے لئے مختلف تاریخ پیدائش درج کرنا پڑتی تھی۔ لہٰذا میری کھوپڑی کی طرح میری تاریخ پیدائش بھی بڑی ٹیڑھی ہے۔

س : کچھ والدین کے بارے میں؟

ج : میری والدہ کا نام چراغ بی بی عرف گھسیٹی اور والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا جو بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور کی تحصیل بٹالہ کے ایک پسماندہ گاؤں "قادیان" کے رہائشی تھے اور میں ان کا آخری بچہ تھا۔ اتفاق زمانہ دیکھئے کہ میری ماں کا نام گھسیٹی اور دعوئ نبوت کے بعد میرے فرشتہ کا نام ٹیچی! میں اس اتفاق پر بڑا ناز کیا کرتا تھا۔

س : آباؤ اجداد کا پیشہ؟

ج : ضمیر فروشی، ایمان فروشی، غیرت فروشی، ملت فروشی اور وطن فروشی۔ آج تک ہماری موجودہ نسل شیطان کی سرپرستی میں اس بزنس کو خوب سنبھالے ہوئے ہے۔ میرے دادا غدار اعظم تھے۔ میرے ابا بہت بڑے جاسوس تھے۔ میرا بھائی انگریز کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ اور میں انگریزی نبوت کا دیسی نبی! ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہو، سکھوں کے ساتھ مسلمانوں کی معرکہ آرائی ہو، خلافت عثمانیہ کی تباہی ہو، راج پال کا فتنہ ہو، کانپور کی مسجد کی خونچکاں داستاں ہو یا کہیں بھی حق و باطل کا کوئی معرکہ ہو ہم نے ہر جگہ مسلمانوں سے غداری اور اپنے آقا انگریز سے وفاداری کا ثبوت دیا۔

س : تعلیم؟

ج : "پرائمری فیل" کیونکہ میں اکثر سکول سے بھاگ جایا کرتا تھا۔

س : بچپن کے مشاغل؟

ج : سرکنڈوں سے چڑیوں کے گلے کاٹنا، گھر سے کھانے پینے کی چیزیں چوری کرنا، راکھ کے ساتھ روٹی کھانا، لوٹے میں پرچی ڈال کر جادوگری کا فن سیکھنا، ابا کی پنشن لے کر گھر سے بھاگ جانا وغیرہ۔

س : سنا ہے سکول کے زمانہ میں آپ کی بہت پٹائی ہوتی تھی؟

ج : جی ہاں! مدرسہ میں مجھے دو دو گھنٹے کان پکڑائے جاتے اور اوپر سے تھپڑوں، گھونسوں اور

ٹھڈوں کی بارش کی جاتی، لیکن میں بھی ایسا ڈھیٹ تھا کہ پھر بھی سبق یاد نہ کرتا۔ بڑا سخت زمانہ تھا وہ۔ لیکن مدرسہ میں کان پکڑنے کی پریکٹس آج جہنم میں کان پکڑنے میں میرے بہت کام آرہی ہے۔

س : جوان ہو کر کونسا ذریعہ معاش اختیار کیا؟

ج : قادیان میں آوارہ پھرتا تھا۔ والدین کی سرزنش اور جھڑکیوں سے تنگ آکر گھر سے بھاگ اٹھا اور سیالکوٹ آکر کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر منشی بھرتی ہوگیا۔ یہیں پر دعویٰ نبوت کے لئے میرا انتخاب ہوگیا اور مجھے نوکری کے بوجھ سے فارغ کرکے قادیان بھیج دیا گیا۔ پھر کیا تھا، دولت میرے گھر کی باندی بن گئی اور میں شہزادہ!

س : مرتد ہوتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے حیا نہ آئی؟

ج : جب دماغ پر شیطان کا قبضہ ہو، حرص دنیا کی تلوار نے ضمیر کا گلا گھونٹ دیا ہو اور آنکھوں پر دولت کی چربی کی دبیز تہ چڑھی ہو تو کسی سے حیا کیسی!

س : متاثر کن شخصیت؟

ج : مسیلمہ کذاب

س : آئیڈیل؟

ج : ابلیس

س : پسندیدہ رنگ؟

ج : "سیاہ" کیونکہ یہی میرے دل کا رنگ ہے۔

س : کھیل کون سا پسند تھا؟

ج : "آنکھ مچولی" دعویٰ نبوت کے بعد اس کھیل نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا۔

س : کس لباس کے سب سے زیادہ شوقین تھے؟

ج : "غرارہ" جو میں کبھی کبھی گرمیوں میں پہنا کرتا تھا۔

س : ہنسی کب آتی تھی؟

ج : جب دعویٰ نبوت کرتا تھا اور پھر آئینہ میں اپنی شکل دیکھتا تھا۔

س : شرم کب آتی تھی؟

ج : میں ساری زندگی شرم کا منتظر رہا لیکن شرم نہ آئی۔

س : زندگی میں ٹوٹ کر کسے چاہا؟

ج : ملکہ اور صرف ملکہ کو۔

س : حیات مستعار میں دشمنی کس سے رکھی؟

ج : اسلام، پیغبر اسلام اور مسلمانوں سے۔

س : من پسند کھانا؟

ج : "بھنا ہوا گوشت" لیکن کسی مرید کے گھر کا۔

س : دل پسند مشروب؟

ج : پلومر کی ٹانک وائن۔

س : پسندیدہ مشغلہ؟

ج : آدھی رات کو بھانو سے ٹانگیں دبوانا۔

س : محبوب جانور؟

ج : "خنزیر" کیونکہ میں نے اس سے بہت کچھ سیکھا اور اس نے مجھ سے بہت کچھ سیکھا۔

س : چوبیس گھنٹوں میں سب سے زیادہ کون سا وقت پسند تھا؟

ج : جب کسی مرید کا منی آرڈر آتا تھا۔

س : پسندیدہ پھل؟

ج : "سنگھاڑے" کیونکہ یہ میرے منہ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔

س : ناپسندیدہ پھل؟

ج : "گنڈیریاں" کیونکہ انہیں کھانے سے میرے بے ڈھبے منہ کے جو زاویئے بنتے تھے لوگ انہیں دیکھ کر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جایا کرتے تھے۔

س : پسندیدہ سبزی؟

ج : "کچا پیاز" کیونکہ اسے سونگھنے سے میرے دماغ کی بدبو میں کمی واقع ہوتی تھی۔

س : ناپسندیدہ سبزی؟

ج : "بینگن" کیونکہ اسے کھانے سے مجھے بواسیر ہو جاتی تھی۔

س : پسندیدہ شہر؟

ج : شہر ملکہ معظمہ "لندن"

س : کانوں کو کون سی آواز بھاتی تھی؟

ج : "الو کی آواز" کیونکہ یہ مجھے اپنی ہی آواز معلوم ہوتی تھی!

س : کون سا پھول طبیعت کو سب سے زیادہ پسند تھا؟

ج : میرا پھول سے کیا ناطہ۔ نہ مجھ میں خوشبو۔ نہ لطافت۔ نہ نفاست۔ میں تو ساری زندگی بدبو اور تعفن بکھیرتا رہا۔ میں نے ساری زندگی کانٹوں سے پیار کیا اور خود بھی ارتداد کا کانٹا تھا اور لوگوں کے دلوں میں چبھ چبھ کر ان کے ایمانوں کا خون کرتا رہا۔

س : پسندیدہ شاعر؟

ج : امراء القیس

س : وہ شعر جو سب سے زیادہ پسند ہو؟

ج : میں خود بھی ایک بہت بڑا شعر کش شاعر تھا۔ مجھے اپنا ہی شعر سب سے زیادہ پسند ہے کیونکہ اس میں میری ساری شخصیت کا تعارف سمویا ہوا ہے۔ میرا یہ شعر میرے مجموعہ کلام "درثمین" کے صفحہ ۱۱۶ پر موجود ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

س : پسندیدہ سواری؟

ج : میں نے سواری کیا کرنی تھی۔ ساری زندگی شیطان ہی مجھ پر سوار رہا

س : پسندیدہ گلوکار؟

ج : میں خود بہت بڑا گلوکار تھا اور اکثر اداس شاموں کو قادیان کے باہر "چھپڑ" کے کنارے اپنی سریلی آواز میں اپنا ہی کلام گایا کرتا تھا اور آواز کی نغمگی سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا۔ اگر آپ فرمائش کریں تو میں ابھی آپ کو اپنا کلام اپنی مترنم آواز میں سناتا ہوں جو میری کتاب "آریہ دھرم" کے صفحہ ۷۶، ۷۷ پر درج ہے۔

چپکے چپکے حرام کروانا
آریوں کا اصول بھاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے
ساری شہوت کی بے قراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط
یار کی اس کو آہ و زاری ہے

دس سے کروا چکی ہے زنا لیکن
پاک دامن ابھی بے چاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

س : آپ سیالکوٹ کی کچہری کی ملازمت کے زمانہ میں رات کو انگریزی زبان کی ٹیوشن بھی پڑھا کرتے تھے، کیوں؟

ج : کیونکہ انگریزی نبی بننے کے لئے تھوڑی بہت انگریزی زبان جاننا ضروری تھا۔

س : اپنی کس چیز پر سب سے زیادہ ناز تھا؟

ج : آنکھوں پر (شرماتے ہوئے)۔

س : کون سے رنگ کی روشنی سب سے زیادہ پسند تھی؟

ج : میرا روشنیوں سے کیا تعلق، میں تو اندھیروں کا عاشق تھا اور وہ بھی گھٹا ٹوپ۔

س : آپ کا قد؟

ج : دنیا میں تو تقریباً ساڑھے پانچ فٹ تھا لیکن یہاں پر قد ایک سا نہیں رہتا۔ جب پشت، کمر اور ٹانگوں پر زیادہ مار پڑتی ہے تو قد لمبا ہو جاتا ہے اور اگر یہی مار سر پر پڑنی شروع ہو جائے تو قد چھوٹا ہو جاتا ہے۔

س : فن گلوکاری میں آپ کا استاد کون تھا؟

ج : "کوا" میں نے گائیکی اور موسیقی کے سارے فنون "کوے" سے ہی سیکھے ہیں۔ کوا برادری سے الفت اور محبت کا یہی وہ رشتہ ہے جس کی وجہ سے آج بھی کوے میری قبر پر اکثر کائیں کائیں کرتے رہتے ہیں۔

س : آپ کے مرید مفتی صادق نے اپنی کتاب "ذکر حبیب" کے صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ تھیٹر بھی دیکھنے گئے تھے؟

ج : ہم تھیٹر دیکھنے چلے گئے تو کیا ہوا، بھئی ہم کون سے سچے نبی تھے۔

س : آپ کا پسندیدہ ایکٹر؟

ج : یہ سوال تو ایسے ہی ہے جیسے عقاب سے پوچھا جائے کہ سب سے تیز پرواز کس کی ہے۔ جناب! مجھ سے بڑا ایکٹر ماں نے کہاں جنم دیا ہو گا۔ اگر میں کریکٹر ایکٹر نہ ہوتا تو انگریز میرا انتخاب کیوں کرتے۔ میں نے سینکڑوں دعوے کیے، سینکڑوں بہروپ اختیار کیے۔ ہزاروں

رول ادا کیے اور ہزاروں لوگوں کو پیچھے لگایا اور میرا فن ایکٹری دیکھئے کہ آج بھی لاکھوں میری ایکٹنگ اور بہروپ کے اسیر ہیں۔ کیا اب بھی میں اس قابل نہیں کہ اپنے سینے پر ایکٹر اعظم کا تمغہ سجا سکوں۔ میرا پوتا مرزا طاہر تو اس فن میں اس عروج پر ہے کہ ہالی وڈ کے اداکار بھی اسے اپنا استاد تسلیم کرتے ہیں۔

س : آپ کا بہترین دوست؟

ج : "حکیم نورالدین" بہت بڑا مرتد تھا۔ آج کل جہنم میں میرے ساتھ ہی ہوتا ہے اور خوب خوب جوتے کھاتا ہے، بڑا شوق تھا اسے صحابی بننے کا۔

س : آپ کی پسندیدہ زبان؟

ج : اپنے آقا کی زبان "انگریزی" لیکن کم بخت ساری زندگی مجھے بولنی اور لکھنی نہ آئی۔ ویسے بائی دی وے آپ نے میرے انگریزی الہامات پڑھے تو ہوں گے۔ کیسی درگت بنائی ہے میں نے انگریزی کی۔

س : پسندیدہ کھلاڑی؟

ج : "لڑاکا بٹیر" کیونکہ مجھے بٹیربازی کا بڑا شوق تھا۔

س : آپ کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب "سیرت المھدی" میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک کتا پال رکھا تھا جس کا نام "شیرو" تھا اور وہ گھر کے دروازے کے ساتھ بندھا رہتا تھا۔ بڑا فضول شوق تھا آپ کا؟

ج : جناب ہم نے گھر میں کتا پال لیا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی۔ انگریز نے بھی تو ہمیں پالا تھا اور ہمارے گلے میں اسی کا پٹہ تھا۔

س : پسندیدہ خوشبو؟

ج : بھئی کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ ٹٹی خانہ میں مرنے والے کا خوشبو سے کیا تعلق!

س : پسندیدہ برتن؟

ج : "ذاتی لوٹا" کیونکہ وہ بھی میری طرح بے پیندہ تھا۔

س : تینوں میں سب سے زیادہ کسے چاہا؟ زن، زر، زمین۔

ج : تینوں کو پھدک پھدک کر چاہا۔ اچھل اچھل کر چاہا۔ تڑپ تڑپ کر چاہا۔ کروٹ کروٹ چاہا حتیٰ کہ تینوں کے حصول کے لئے مرتد ہو گیا۔

س : زندگی کے حسین لمحات؟

ج : جب ستر سال کی عمراور ستر بیماریوں کی موجودگی میں نوخیز دلہن نصرت جہاں بیگم کو بیاہ کر لایا۔ ......ہائے

س : زندگی میں پھوٹ پھوٹ کر کب روئے؟

ج : جب ایک نوجوان مرزا سلطان میری آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کو میری آنکھوں کے سامنے پالکی میں بٹھا کر لے گیا۔

س : تکیہ کلام؟

ج : لعنت، لعنت، لعنت، لعنت......

س : وہ شخصیت جو شدت سے یاد آتی ہو؟

ج : میرا فرشتہ "ٹیچی ٹیچی" جب سے مرا ہوں کبھی ملاقات کے لئے نہیں آیا۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے کم بخت!

س : آپ کو دربار انگریز سے اچھی خاصی ماہانہ رقم آجاتی تھی لیکن سنا ہے اس کے علاوہ آپ سائیڈ بزنس بھی کرتے تھے۔ کیا تھا وہ سائیڈ بزنس؟

ج : جھوٹی مقدمہ بازی! مجھے جھوٹے مقدمے لڑنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ تھا جو کچہری کا کیڑا، ویسے بھی حکومت اپنے آقا کی تھی اور عدالت بھی اپنے آقا کی، پھر فیصلے بھی میرے حق میں ہوتے تھے۔ سمجھ گئے ناں آپ!

س : صبح اٹھتے ہی پہلا کام کون سا کرتے تھے؟

ج : پیشاب کرتا تھا

س : رات کو سوتے وقت آخری کام کون سا کرتے تھے؟

ج : پیشاب کی دھار مارتا تھا (غصہ سے)

س : آپ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ آپ کو دن میں سو دفعہ پیشاب آتا تھا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

ج : جی ہاں! مجھے دن میں گن کر سو دفعہ پیشاب آتا تھا اور میرا آدھا دن اسی کھیل میں صرف ہو جاتا تھا۔

س : آج کل جہنم میں پیشاب آنے کا کیا سکور ہے؟

ج : جہنم کی تپش سے اول تو پیشاب بنتا ہی نہیں۔ کسی وقت جو تھوڑا سا بنتا ہے وہ بخارات بن کر میرے دماغ کو چڑھ جاتا ہے۔

س : سنا ہے آپ ریشمی ازار بند استعمال کرتے تھے؟ اور گھر کی ساری چابیاں ازار بند کے ساتھ

باندھ لیتے تھے اور جب چلتے تھے تو چھن چھن کی آواز آتی تھی اور یہی آواز آپ کی آمد کی اطلاع ہوتی تھی۔ کیا وجہ تھی اس کی؟

ج : پیشاب کے تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے مجھے بار بار لیٹرین میں بھاگنا پڑتا تھا اور اگر سوتی ازار بند استعمال کرتا تھا تو گرم گرم، تازہ تازہ پیشاب میرے کپڑوں میں نکل جاتا تھا اس لئے گرہ جلدی کھولنے کے لئے ریشمی ازار بند استعمال کرتا تھا باقی رہی چابیوں کی بات تو عرض ہے چونکہ میں خود چور تھا اس لئے مجھے گھر میں سب چور نظر آتے تھے لہٰذا میں گھر کے تمام صندوقوں اور الماریوں کو تالے لگا کر چابیاں ازار بند کے ساتھ باندھ لیتا تھا اور چھن چھن تو میرا دل پسند میوزک تھا۔

س : زندگی میں سب سے زیادہ غصہ کب آیا؟

ج : جب پادری آتھم سے میری مقابلہ بازی شروع ہوئی اور چپقلش اپنے عروج پر پہنچ گئی تو ایک دن میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ــــ اور بڑ ہانک دی کہ آتھم فلاں تاریخ تک مر جائے گا

پورے ہندوستان میں اس بات کی شہرت پھیل گئی اور لوگ اس تاریخ کا انتظار کرنے لگے۔ میں منہ سے بکواس تو کر چکا تھا لیکن اب پچھتا رہا تھا۔ اپنے آقا شیطان کے سامنے پھوٹ پھوٹ کر رویا کہ پادری آتھم کو مار دو ورنہ میں ذلیل و رسوا ہو جاؤں گا۔ سارے مرید بھاگ جائیں گے۔ دوکانداری بند ہو جائے گی اور میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ میں اور میرے اہل خانہ نے رو رو کر دعائیں کیں جنتر منتر کئے لیکن بے سود! آخر میری مقرر کردہ موت کی تاریخ آپہنچی لیکن پادری آتھم زندہ رہا۔ پھر کیا تھا! عیسائیوں نے آتھم کو کندھوں پر اٹھایا، گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے، سڑکوں پر جلوس نکالا، خوشی سے بھنگڑے ڈالے، ڈھول بجائے، میرے خلاف نعرے بازی کی، لعن طعن کی، میرے نبی ہونے کا مذاق اڑایا، میری انگریزی نبوت کا منہ چڑایا، عیسائی مجھے چت کر کے ناچ رہے تھے اور میں مفرور مجرم کی طرح اپنے مکان میں دبکا بیٹھا تھا۔ مجھے اس دن اپنی زبان اور اپنی بکواس پر شدید غصہ آرہا تھا۔ میں نے عالم تنہائی میں اپنے منہ پر دونوں طرف خود ہی زناٹے دار تھپڑ رسید کئے۔ پھٹے ہوئے منہ سے جھوٹی زبان نکال کر اس پر خاک ڈالی اور غصہ کی کیفیت یہ تھی کہ شاید میں اپنی ناک ہی کاٹ ڈالتا تاکہ ساری زندگی کسی کو شکل نہ دکھاتا۔

س : جسم پر کوئی شناختی نشان ؟

ج : میرے سینے پر بائیں طرف دل کے عین اوپر بطخ کے انڈے کے برابر سیاہ نشان تھا

س : کوئی خواہش جس کی دل میں شدید تڑپ ہو؟

ج : کاش مجھے موت آجائے لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا۔

س : دنیا میں تو نوکر چاکر ہر وقت خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے اور رات کو آپ کی پسندیدہ ملازمہ بھانو ٹانگیں دباتی تھی۔ یہاں کون ٹانگیں دباتا ہے؟

ج : یہاں ٹانگیں دبانے والا تو کوئی نہیں البتہ ٹانگیں توڑنے والے بہت ہیں۔

س : آپ نے بڑھاپے سیاپے میں جب نو دوشیزہ نصرت جہاں سے شادی رچائی تو اسے ایک سو تولہ سے زائد زیور کہاں سے پہنایا؟ حالانکہ دوران ملازمت آپ کی آمدنی صرف پندرہ روپے ماہوار تھی اور بعد میں تو بالکل نکمے ہی رہے۔

ج : میں انگریز کا لاڈلا بیٹا تھا اور نصرت جہاں انگریز کی لاڈلی بہو۔ اپنی چہیتی بہو کو اتنا زیور میرے والدین نے ہی پہنایا تھا ورنہ میں تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں پہنا سکتا تھا۔

س : جسم کے کس حصہ پر سب سے زیادہ عذاب نازل ہو رہا ہے؟

ج : میری آوارہ اور لچر زبان پر، کیونکہ یہ اسلام کے خلاف بکواس کرنے میں قینچی کی طرح چلتی تھی آج کل جہنم کی آگ سے بنی ہوئی قینچی سے اس کے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اور یہ عمل مسلسل جاری ہے

س : آپ کی شخصیت ہر پہلو اور ہر جہت سے ایک خطرناک، ہولناک زہرناک، ضرر رساں، شرر رساں، ایمان سوز اور انسانیت سوز شخصیت ہے۔ کیا آپ کی شخصیت کا کوئی فائدہ بھی ہے؟

ج : میری شخصیت کے بہت سے فوائد بھی ہیں لیکن لوگوں کی کم علمی کہ وہ ان فوائد سے آشنا نہیں چند فوائد پیش خدمت کرتا ہوں:

۱۔ جس مکان میں میری تصویر لگی ہو وہاں چڑیلیں اور بھوت نہیں آتے کیونکہ میری شکل دیکھتے ہی انہیں ٹھنڈے پسینے آنے لگتے ہیں اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہیں۔ بڑی خوفناک اور وحشت ناک شکل ہے میری! اس قدر نحوست برس رہی ہوتی ہے اس مکان پر کہ مکھی، مچھر، کھٹمل اور چھپکلی وغیرہ بھول کر بھی اس مکان کا رخ نہیں کرتے۔

۲۔ جو شخص شیطان کی قربت چاہتا ہو اور اس مقصد کے لئے بہت سی ریاضتیں اور چلہ

کشیاں کر چکا ہو لیکن ابھی تک وہ شیطان سے دوستی کا بندھن باندھنے میں ناکام رہا ہوا سے چاہئے کہ صبح سویرے نہار منہ روزانہ لیٹرین میں دس منٹ کان پکڑ کر (مرغا بن کر) شیطان کو تصور میں لاکر میرے نام کا ورد کرے پھر میرے نام کی تاثیر دیکھے اور مہینوں میں ہونے والا کام دو چار دنوں میں مکمل، دوستی بھی ایسی نصیب ہو گی کہ شیطان چوبیس گھنٹے اس کے رگ و ریشے میں گھسا ہو گا اور دونوں کے یارانے پر چھوٹے شیاطین رشک کریں گے۔

۳۔ اگر کوئی شخص بیماری، مقدمات، قرض یا کسی بھی مصیبت میں مبتلا ہو. وہ خلوص دل کے ساتھ مجھ پر لعنت کرے، تھوڑی ہی دیر میں اللہ تعالیٰ اسے مشکلات سے یوں نکال لیں گے جیسے مکھن سے بال، کیونکہ مجھ پر لعنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا لگتا ہے۔

۴۔ میں اینٹیں بنانے والے بھٹوں کے مالکان کو ایک انتہائی مفید مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے بھٹے صحیح طور پر آگ نہ پکڑیں اور اینٹیں کچی نکلیں اور انہیں لاکھوں روپے کا نقصان ہو تو وہ کہیں سے میری قبر کی مٹی حاصل کریں اور بھٹے کو آگ دینے سے پہلے میری قبر کی مٹی کی چند چٹکیاں بھٹے میں پھینک دیں پھر دیکھیں کیسی زبردست آگ لگتی ہے اور کیسی عمدہ اینٹیں پک کر باہر نکلتی ہیں کیونکہ میری قبر کی مٹی کو آگ اس طرح پکڑتی ہے جس طرح بھوکی بلی چوہے کو پکڑتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے مٹی دستیاب نہ ہو تو یہی کام میری تصویر سے لیا جا سکتا ہے۔

۵۔ گھر میں اگر گائے، بھینس یا بکری وغیرہ دودھ نہ دیتی ہوں تو چپکے سے ان کے کان میں کہہ دیں کہ اگر تم نے دودھ نہ دیا تو تمہارے گلے میں مرزا قادیانی کی تصویر ڈالی جائے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ تھرا اٹھیں گی اور فوراً دودھ دینے لگیں گی۔

س : آپ کی تصویر تو بہت کار آمد چیز ہوئی۔ برائے مہربانی یہ بتا دیں کہ آپ کی تصویر کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے؟

ج : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ صاحب شمع ختم نبوت کے پروانوں کی جماعت ہے۔ مجھ جیسے سارق ختم نبوت کو ذلیل و رسوا کرنے کے لئے اور میری منحوس "بوتھی" عوام الناس کو دکھانے کے لئے مجلس نے لاکھوں کی تعداد میں میری تصویر جوتوں کا حاشیہ لگا کر شائع کی ہے اور پاکستان اور بیرون پاکستان تقسیم کی ہے۔ میرے یہ ازلی و ابدی دشمن ہمیشہ اپنے سٹاک میں میری تصویر کی ایک بڑی تعداد محفوظ رکھتے ہیں۔ آپ آج ہی خط لکھ کر تصویر منگوا

سکتے ہیں اور اپنے کام سنوار سکتے ہیں۔ ضرورت مند پتہ نوٹ فرمالیں۔

متین خالد، دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، نسیم منزل، ریلوے روڈ. ننکانہ صاحب. ضلع شیخوپورہ۔

س : سنا ہے آپ جوتے کا دایاں پاؤں بائیں پاؤں میں اور بایاں پاؤں دائیں میں ڈال لیا کرتے تھے۔ قمیص کا نیچے والا بٹن اوپر والے کاج میں اور اوپر والا بٹن نیچے والے کاج میں بند کیا کرتے تھے، جب سر کو تیل لگاتے تھے تو ہاتھوں پر جو تیل لگا رہ جاتا تھا وہ تیل بھرے ہاتھ واسکٹ پر یا قمیص پر مل لیتے تھے۔ ان احمقانہ حرکات کی کیا وجہ تھی؟

ج : دراصل مجھے ایام لڑکپن سے افیون کھانے کی عادت تھی اور یہ سارے کمالات افیون ہی کے تھے۔

س : آپ شرافت کے اس زمانے میں افیون کھاتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ اگر اس دور میں ہوتے تو کیا ہیروئن نہ پیتے بلکہ بیچتے؟

ج : دیکھئے زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کریں ورنہ میں انٹرویو بند کر دوں گا۔

س : زندگی میں اگر ایک دن کی بادشاہت مل جاتی تو؟

ج : سارے مسلمانوں کو مرتد قرار دے کر قتل کروا دیتا۔

س : آپ کی جماعت کو سب سے زیادہ نقصان کس نے پہنچایا؟

ج : پیر مہر علی شاہ گولڑوی، سید انور شاہ کشمیری، محمد حسین بٹالوی، ثناء اللہ امرتسری، پیر جماعت علی شاہ، محمد علی مونگیری وغیرہ نے پوری قوت سے میری مذمت و مرمت کی۔ تحریر و تقریر کے میدان میں مجھے زچ کیا۔ پورے عالم اسلام کو میری شرانگیزیوں سے آگاہ کیا اور میرے فتنہ ارتداد کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے اور لاکھوں لوگوں کو دریائے ارتداد کے کالے پانی میں بہہ جانے سے بچالیا۔ لیکن وہ شخص جو ایک طوفان بن کر اٹھا اور جس نے میری جماعت کی کمر توڑ دی اور گردن مروڑ دی۔ اس مرد آہن کا نام سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھا۔ وہ بڑا بہادر، دلیر اور دلاور تھا۔ آتش بیاں مقرر تھا، ساری ساری رات اپنی خطابت کا رنگ جماتا اور لوگ فجر کی نماز تک اسے جھوم جھوم کر سنتے۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت میں فنا تھا۔ میرے آقا انگریز اور میرے فتنہ کے لئے دو دھاری خنجر تھا۔ لاکھوں کے مجمع میں میری نبوت کا مذاق اڑاتا۔ میرے دجل و فریب کے پردے چاک کرتا اور لوگوں کو میرے برپا کردہ فتنہ ارتداد کے خلاف جہاد کے لئے گرماتا۔ میرا تعاقب کرتے کرتے ہزاروں بپھرے ہوئے مسلمانوں کو لے کر میرے شہر

قادیان میں آپہنچا۔ تاریخی جلسہ ہوا اور ایسی غضب کی تقریر کی کہ میرا دل قبر میں کانپ کانپ گیا اور ہڈیاں چیخ چیخ گئیں۔ بعد میں اس مرد مسلماں نے پاکستان میں میری جماعت کی ارتدادی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی اور اس کی شاخوں کو پوری دنیا میں پھیلایا۔ آج یہی مجلس پورے عالم میں مرزائیت کو ذلت کی خاک چٹوا رہی ہے اور آج کے دور میں منظور احمد چنیوٹی، اللہ وسایا، اکرم طوفانی اور حاجی عبدالحمید رحمانی سے بڑا تنگ ہوں۔

س : مرتے وقت زبان پر کیا الفاظ تھے؟

ج : دھڑا دھڑ گالیاں بک رہا تھا۔

س : جب فرشتہ اجل کو سامنے پایا تو کیا کیفیت تھی؟

ج : سپرنگ کی طرح لرز رہا تھا۔ جسم برف کے مانند ٹھنڈا ہو گیا اور مارے خوف کے کپڑوں میں پیشاب نکل گیا۔

س : جب جسم سے روح نکالی جا رہی تھی اس وقت کیا حالت تھی؟

ج : وہی جو ٹرک کے پہیے تلے کچلے ہوئے مینڈک کی ہوتی ہے۔ ویسے روح نکالتے ہوئے بڑا غضبناک تھا فرشتہ اجل!

س : جب موت کا فرشتہ اتنا غضبناک ہو کر آپ کو اس بری طرح ادھیڑ اور بکھیر رہا تھا تو اس وقت آپ کے فرشتے ٹیچی ٹیچی، موہن لعل، درشنی، رانی وغیرہ آپ کی مدد کے لئے کیوں نہ آئے؟

ج : بھئی نقلی چیز اصلی چیز کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔ جہاں جھوٹے نبی کا اتنی بری طرح ریمانڈ لیا جا رہا تھا وہاں شیطانی فرشتوں کی کیسی "چھترول" ہوتی! اندازہ تو کریں آپ!

س : کیا یہ صحیح ہے کہ آپ ٹٹی خانہ میں مرے؟

ج : بڑا مشکل سوال کیا ہے آپ نے، جہنم میں مجھ سے لاکھوں جہنمیوں نے بھی یہ سوال پوچھا لیکن میں جھوٹ بول گیا یا ٹرخا گیا لیکن آپ سے سچ بولنے کا وعدہ کر رکھا ہے اس لئے آپ کو صاف صاف بتائے دیتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ میں ٹٹی خانے میں مرا تھا۔

س : آپ کی نرالی شخصیت کی نرالی موت ایک نرالے مقام پر ہوئی۔ تاریخ انسانیت کی اس نایاب موت کا واقعہ ذرا تفصیل سے بتائیے؟

ج : میں لاہور میں برانڈرتھ روڈ پر اپنے ایک بے وقوف مرید کے ہاں مقیم تھا اور اس کے گھر اور جیب کا صفایا کر رہا تھا۔ رات کو اس کے بہترین اور پر تکلف کھانے پر خوب ہاتھ صاف

کیااور پیٹ کا جہنم بھرالیکن بدہضمی ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک لمبا چوڑا دست آیا اور اس کے ساتھ دستوں کی یلغار شروع ہوگئی۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات، دست کیا تھے، زندگی اور موت کی دست بدست لڑائی تھی، رفع حاجت کے لئے دو تین دفعہ تو اٹھ کر لیٹرین گیا۔ لیکن دستوں کی بوچھاڑ کی وجہ سے میں لیٹرین جانے سے دست کش ہوگیا، کمزوری اور نحیفی اس حد تک بڑھی کہ میری چار پائی کے پاس ہی اینٹیں رکھ کر لیٹرین بنا دی گئی۔ دستوں کی وجہ سے کمرے کا سارا فرش غلاظت سے بھر گیا۔ پھر مجھے مرض الموت کا آخری دست آیا اور میں چکر کھا کر اسی لیٹرین کے اوپر اوندھے منہ گرا، میرا منہ ہاتھ پاؤں اور کپڑے غلاظت سے بھر گئے اور اسی حالت میں جہنم روانہ ہوگیا۔

س : سنا ہے موت کے بعد آپ کے منہ سے پاخانہ بہہ رہا تھا۔ اور بار بار صاف کرنے کے باوجود اس کی روانی میں کوئی فرق نہیں آرہا تھا؟

ج : آپ نے درست سنا موت کے بعد میرے منہ سے پاخانہ رواں تھا اور اسی غلاظت سے میرا کفن بھی تر ہو رہا تھا۔ مقعد سے بھی غلاظت کا سلسلہ جاری تھا اور اس قدر بدبو آرہی تھی کہ مجھ جیسے متعفن شخص کا بھی دماغ پھٹا جا رہا تھا لیکن عقل کے اندھے اور الٹی کھوپڑی کے میرے مرید دیوانہ وار میرا منہ چوم رہے تھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اٹھ کر ان پاگلوں کے چہروں پر زناٹے دار تھپڑ رسید کروں اور ان کے دماغوں پر جوتے مار کر کہوں کہ بے وقوفو! رب ذوالجلال نے مجھے ٹٹی خانہ میں مار کر اور میرے منہ سے غلاظت بہا کر تمہیں میرے بھیانک انجام سے آگاہ کر دیا۔ یہ تم پر قدرت کی طرف سے ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے میری عبرت ناک موت کا منظر تمہیں دکھایا۔ تاکہ تم حق و باطل میں تمیز کر سکو لیکن جہالت کی پٹی آنکھوں پر باندھے ہوئے میرے مرید مجھے پھر بھی نبی نبی کہہ رہے تھے لعنت ایسے دماغوں پر، تف ایسی سوچوں پر!

س : جنازے کا جلوس کیسے روانہ ہوا؟

ج : میں لاہور آیا تھا تو ایک مرید کے گھر پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے، لیکن کیا خبر تھی کہ اسی منحوس مرید کے گھر میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ میری جماعت نے مجھے لاہور میں دفن کرنے کی بجائے قادیان لے جا کر دفن کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر اس "سونے کی چڑیا" کو لاہور میں دفن کیا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اسے پیوند خاک کر کے

آئیں اور رات کو کوئی منچلا قبر اکھاڑ کر اور بدبو دار لاشہ نکال کر چوک بھاٹی گیٹ کے باہر گلے میں رسی ڈال کر لٹکا دے اور پورے ہندوستان سے عوام کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ میرے عبرت نام انجام کو دیکھنے آئیں اور مستقبل میں جھوٹی نبوت کا سارا کاروبار تباہ و برباد ہو جائے۔ لہٰذا قادیان پہنچانے کے لئے میرا جنازہ تیار ہوا۔ پولیس کے حصار میں میرے جنازے نے آہستہ آہستہ سرکنا شروع کیا۔ ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک مکان کی چھت سے کسی نے غلاظت سے بھرا ہوا ٹوکرا میرے اوپر پھینک دیا۔ پھر کوڑے کرکٹ سے بھری ہوئی ایک کڑاہی "ٹھاہ" کر کے آئی۔ اس کے ساتھ ہی مختلف مکانوں سے کوڑے کرکٹ کی برسات لگ گئی۔ برانڈرتھ روڈ سے لاہور ریلوے سٹیشن تک ایسی تاریخی کوڑا پاشی ہوئی کہ ہندو آتش بازی بھول گئے۔ میری حفاظت کے لئے آئے ہوئے انگریزی سپاہی غلاظت میں لت پت ہو گئے اور ان کا انگریزی نبی تو غلاظت میں ڈوب ہی گیا۔ بڑے عاشق رسول ہیں یہ لاہوریئے، بڑے فدائے ختم نبوت ہیں یہ لاہوریئے! جھوٹے نبی کے ساتھ یہ رسوا کن اور تاریخی سلوک کر کے اپنے سچے نبیؐ سے محبت کا حق ادا کر دیا اور عشق و وفا کا ایک روشن باب رقم کر دیا۔ مجھے مال گاڑی میں بک کروا کر قادیان لے جایا گیا جہاں میرا نام نہاد جنازہ ہوا، جس میں چودہ آدمیوں نے شرکت کی۔ پھر قادیان کے خمیر کو قادیان کی مٹی میں گاڑ دیا گیا۔

س : قبر میں فرشتوں سے کیا گفتگو ہوئی؟

ج : مجھے قبر میں لٹا کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی۔ قبر میں گھپ اندھیرا ہو گیا۔ اندھیرے کی وحشت سے دل کانپ رہا تھا۔ اور اپنی ہی بدبو سے دم گھٹ رہا تھا کہ مجھے روشنی اور فرشتے آتے دکھائی دیئے، ان کی آنکھوں سے تیز شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اور ہاتھوں میں بڑے بڑے گرز تھے۔ میرے منہ سے پاخانے کی غلاظت بہتے ہوئے دیکھ کر فرشتے کچھ چونک گئے شاید انہوں نے پہلی مرتبہ اس قسم کا مردہ دیکھا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر انہوں نے میرا بغور جائزہ لیا۔ پھر ایک فرشتے نے سوال کیا تیرا رب کون ہے؟ میں نے جواب دیا میں خود رب ہوں (آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا) ادھر میں نے یہ جواب دیا ادھر ایک زور دار گرز میری کھوپڑی پہ پڑا۔ پھر گرزوں کی بارش شروع ہو گئی۔ چند منٹ میں بجلی کی سرعت سے مجھ پر لاکھوں گرز برس گئے۔ اور میرا وجود دھنی ہوئی روئی کی طرح بکھر کے رہ گیا۔

س : وادی جہنم میں کیسے پہنچے؟

ج : جب میں وادی جہنم کی طرف عازم سفر ہوا تو جہنم کے کچھ فاصلے پر مجھے روک کر میرے گلے میں لاکھوں ٹن وزنی لعنتوں کا طوق ڈالا گیا اور سر پر لوہے کی بھاری ٹوپی رکھی گئی جس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا "مرتد اعظم" جب میں جہنم کے مین گیٹ کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا ہجوم میرے استقبال کے لئے کھڑا ہے۔ سب سے پہلے میرے ابا جان "مسیلمہ کذاب" آگے بڑھے اور انہوں نے مجھے سینے سے لگایا، منہ چوما، سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا! کمال کر آئے ہو تم نے تو ہمارے بھی کان کتر دیئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ دھنسی آنکھوں، پچکے گالوں، موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں، بالوں کے بغیر سر، جہنم کی آگ میں جھلسی ہوئی جلد، ہاتھی جیسے کانوں، لومڑی جیسی ٹانگوں اور گیدڑ جیسی ناک والا ایک شخص مجھے بڑے جذبہ اشتیاق کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ ابا جان حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ بیٹا تم نے انہیں پہچانا ہی نہیں. یہ تمہارے دادا جان "اسود عنسی" ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے امت مسلمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے جھوٹی نبوت کا پھاٹک کھولا تھا۔ بیٹا! تم جو کچھ بھی ہو انہیں کے طفیل ہو۔ ویسے پہلے یہ ٹھیک ٹھاک ہوتے تھے۔ آج کل جہنم کے "خاص جوتے" کھا کھا کر یہ حالت ہوگئی ہے ان کی۔

پھر میں آگے بڑھا اور دادا جان کی قدم بوسی کرنا چاہی لیکن دادا جان نے کمال پھرتی سے میرے قدم چوم لئے اور پھر کہنے لگے کہ بیٹا! تم عمر میں تو مجھ سے چھوٹے ہو لیکن شیطانی رتبے میں بڑے ہو۔ یقین کرنا تم میرے سمیت سارے جھوٹے نبیوں کے امام ہو۔ شیطانی پرواز میں جن بلندیوں پر تم پہنچے ہو، ہم سب مل کر تصور میں بھی وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ پھر فرعون، نمرود، شداد، ہامان، ابو جہل، ابو لہب، ولید بن مغیرہ، ابن سبا، شمر وغیرہ سے میرا تعارف کروایا گیا۔ سب بڑے مودب اور آنکھیں جھکا کر ملے۔ پھر ابا جان نے مجھ سے کہا کہ جلدی کرو بیٹا اندرون جہنم کروڑوں جہنمی بڑی شدت سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ وہاں تمہیں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا ہے، اور اس کے بعد "ہاویہ" میں تمہیں ایک تاریخی پریس کانفرنس بھی کرنا ہے۔ پھر مجھے جہنم کے کنارے کھڑا کیا گیا۔ ایک فرشتہ دور سے بھاگتا ہوا آیا اور اس نے مجھے فٹ بال سمجھ کر پوری قوت

سے میری "پشت" پر کک لگائی۔ اور میں ہوا میں قلابازیاں کھاتا ہوا جہنم کے کنویں میں جا گرا۔ چنگھاڑتی ہوئی آگ میری طرف یوں لپکی جیسے بھوکا شیر تازہ گوشت کی طرف لپکتا ہے۔ آگ کے شعلوں نے مجھے اپنی حراست میں جکڑ لیا اور چند سیکنڈ میں روسٹ کر کے رکھ دیا۔

س : جہنم میں جوتے کھانے کا کتنا کوٹہ آپ کے لئے مقرر ہے؟

ج : میں اکثر اپنے جسم پر برسنے والے جوتوں کو بڑی برق رفتاری سے گنتا رہتا ہوں۔ گنتے گنتے گنتی ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن کم بخت جوتے ختم نہیں ہوتے۔

س : دنیا میں تو آپ مرغ، قورمہ، زردہ، پلاؤ، بادام، یاقوتیاں اور پرندوں کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ اور اوپر سے پلومر کی شراب پیتے تھے۔ یہاں کھانے پینے کا کیا انتظام ہے؟

ج : ہائے کیا سہانا زمانہ یاد کرا دیا آپ نے کہ دوزخ کی آگ میں جلتی ہوئی زبان پر بھی پانی آ گیا۔ یہاں کھانے کے لئے لیک کانٹوں سے بھرا ہوا پھل ملتا ہے جو حلق میں جا کر اٹک جاتا ہے۔ جب درد سے بلبلانے لگتا ہوں تو پیپ اکھولتا ہوا پانی نوش کرنے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

س : دنیا میں تو آپ بیش قیمت لباس پہنا کرتے تھے۔ مریدین عمدہ عمدہ کوٹ اور واسکٹیں سلوا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے۔ آج کل جہنم میں کون سا لباس زیب تن کرتے ہیں؟

ج : یہاں پر میں ننگا ہی ہوتا ہوں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب ایک کھال جل جاتی ہے تو دوسری مل جاتی ہے۔

س : آپ ہمیشہ بیمار رہتے تھے۔ سینکڑوں بیماریوں نے ساری زندگی آپ کو جکڑے رکھا۔ آج کل صحت کیسی ہے؟

ج : دنیا میں تو میں دائمی مریض تھا۔ لیکن پہلی مرتبہ جب مجھے جہنم میں پھینکا گیا تو آتش جہنم کی زبردست تپش سے ساری بیماریوں کے جراثیم جل کر مر گئے اور میں تندرست ہو گیا۔ ویسے بھی جہنم میں جوتے کھانے کے لئے "میڈیکلی فٹ" ہونا ضروری ہے

س : شنید ہے کہ آپ کی آنکھیں چھوٹی بڑی تھیں، یعنی ایک آنکھ کا بلب ۱۰۰ واٹ کا اور دوسری کا بلب ۲۵ واٹ کا تھا۔ لوگ آپ کو چھیڑتے تھے اور "گاماں کانا" "ڈیڑھ اکھا"

اور "یک چشم گل" کے آوازے کستے تھے آج کل آنکھوں کا کیا حال ہے؟

ج : میری آنکھوں کی بابت آپ نے درست سنا۔ جب مجھے سوئے دوزخ لے جایا جارہا تھا تو مین گیٹ پر مجھے روک کر زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کو کہا گیا۔ میں فوراً بیٹھ گیا اور سمجھا کہ شاید دوزخ میں گرانے سے قبل مجھے کھانا کھلایا جائے گا۔ لیکن اچانک ایک فرشتہ نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں میرے قد کے برابر "چھتر" تھا اور اس پر موٹے حروف سے لکھا تھا "جی آیاں نوں" ایک فرشتے نے میرا سر پکڑا اور دوسرے نے سر کے عین مرکز میں تڑاخ سے "چھتر" جما دیا۔ میرے سر کے سارے پرزے ہل گئے اور آنکھوں کے خولوں میں پتلیاں ناچنے لگیں۔ پھر جب چند منٹ کے بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو دونوں آنکھوں کا سائز برابر تھا۔ چھتر کی فولادی ضرب نے دونوں آنکھوں کی "کان" نکال دی تھی۔ جہنم میں آنے کے کچھ عرصہ بعد میں نے اپنی آنکھوں کی درستگی کے راز کو پایا کہ میری دونوں آنکھیں اس لئے ٹھیک کی گئی ہیں تاکہ میں دونوں آنکھوں سے عبرت گاہ جہنم کو دیکھوں ورنہ سوا یا ڈیڑھ آنکھ سے سارے ہولناک مناظر اس طریقہ سے نہ دیکھ سکتا جس طریق سے اب "مستفید" ہو رہا ہوں۔ چلو جہنم میں آنے سے جہاں کروڑوں نقصانات ہوئے ہیں وہاں ایک فائدہ یہ تو ہوا ہے کہ اب میں کانا نہیں اور کوئی مائی کا لال مجھے "گلاں کانا" نہیں کہہ سکتا (فخر سے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے)

س : آپ گالیاں بہت بکتے تھے۔ آپ کی کتابیں گالیوں سے بھری پڑی ہیں، حتیٰ کہ اولیائے کرام اور انبیائے کرام بھی آپ کی زبان زہر افشاں سے محفوظ نہیں۔ کیا گالیاں بکنے کا یہ سلسلہ جہنم میں بھی جاری ہے؟

ج : میرا دل گالیوں کا خزینہ اور میرا دماغ مغلظات کا دفینہ تھا۔ پنجابی، اردو، فارسی، اور عربی کی لاکھوں گالیاں مجھے ازبر تھیں، جنہیں میں بوقت ضرورت بڑی مہارت سے استعمال کرتا تھا۔ میری زبان گالیوں کے "برسٹ" مارتی تھی۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں سینکڑوں گالیوں کا موجد بھی ہوں۔ باقی رہا آپ کے سوال کا دوسرا حصہ تو سنئے گالیوں کا سلسلہ جہنم میں بھی اپنے پورے لوازمات سمیت پوری شدت سے جاری ہے۔ اکثر حکیم نور الدین دوزخ کی آگ میں چلاتا ہوا مجھ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے نبوت کا ڈھونگ رچا کر ہمارا ستیاناس کر دیا۔ جواباً میں اس سے دوگنا منہ کھول کر اور دوگنی لمبی زبان نکال کر گالیوں کی جوابی فائرنگ کرتا ہوا کہتا ہوں۔ او کذاب! تو ہی

وہ مردود ہے جس نے مجھے دعویٰ نبوت کے لئے اکسایا. جھوٹی نبوت کا سبق پڑھایا، انگریز سے ملوایا. دین وملت کا غدار بنایا اور اب جہنم میں پہنچایا۔ بتا تو نے مجھے ڈبویا یا میں نے تجھے! اس کے بعد گالیوں کی شدت اپنے نقطہ عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ آگ کے شعلوں پر تیرتے ہوئے جب میری جماعت کے لوگ میرے قریب سے گزرتے ہیں تو غصہ میں پھنکارتے ہوئے کہتے ہیں۔ لعنت ہے تیرے دعویٰ نبوت پر۔ میں انہیں دھتکارتا ہوا کہتا ہوں کروڑ لعنت ہے تم پر تصدیق دعویٰ نبوت کرنے پر. وہ کہتے ہیں لعنت ہے تیرے نبی ہونے پر۔ میں کہتا ہوں لعنت ہے تمہارے امتی ہونے پر. پھر گالیوں کا ایسا مشاعرہ گرم ہوتا ہے کہ جہنم ہماری گالیوں سے گونجنے لگتا ہے۔ آخر اہل جہنم کی پرزور شکایت پر ہمیں گرز مار مار کر خاموش کرایا جاتا ہے۔ پھر بھی سب سے بعد میں چپ میں ہی ہوتا ہوں۔ ٹھہرا جو سب کا استاد۔

س : آج کل جو قادیانی جہنم میں آرہے ہیں، کیا آپ سے ان کی ملاقات ہوتی ہے؟

ج : جی ہاں! ملاقات ضرور ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں پاکستان کے سابق وزیر خارجہ سر ظفر اللہ. میری بیٹی امتہ الحفیظ. اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندہ نسیم احمد. شیزان فیکٹری کا مالک چوہدری شاہنواز وغیرہ تشریف لائے۔ ان سے تفصیلی ملاقات ہوئی اور باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال ہوا جو ماں بہن کی گالیوں پر ختم ہوا۔

س : آپ کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی امت کا فلاں فرد جہنم میں آگیا ہے۔ کیا سرراہ ملاقات ہوتی ہے یا باقاعدہ انتظام واہتمام ہے؟

ج : جب میرا کوئی امتی جہنم میں آتا ہے تو اسے مین گیٹ پر روک لیا جاتا ہے۔ پھر مجھے اس کی آمد کی اطلاع کی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ فوراً مین گیٹ پر پہنچو۔ میں فوراً پہنچ جاتا ہوں۔ حکم ہوتا ہے کہ اسے کندھوں پر اٹھاؤ اور جہنم میں فلاں مقام پر چھوڑ کر آؤ۔ میں اس ظالم کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھاتا ہوں اور ہانپتا، کانپتا، لڑکھڑاتا، بڑبڑاتا اسے اس کی سیٹ پر چھوڑ کر آتا ہوں کہ چند منٹ بعد دوبارہ بلا لیا جاتا ہوں کہ اور مہمان آیا ہے۔ اسے پہنچا کر سانس ہی لیتا ہوں کہ اطلاع آتی ہے کہ اپنی آمدنی کا دس فی صد حصہ دینے والا بہشتی مقبرے کا مہربان آیا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے اور میرے پاؤں پتھر کے اور میری ٹانگوں کی نسیں پھول کر سائیکل کی ٹیوب کی طرح ہوجاتی ہیں۔ اکثر ظالم جہنم کی آگ کے خوف سے چیخیں مارتے ہوئے مجھ پر پیشاب کر دیتے ہیں۔ تین تین چار چار

من کے موٹے موٹے پیٹوں والے قادیانی مجھ پر سواری کرتے ہیں اور میں واحد بد قسمت سواری ہوں جس کا کوئی کرایہ نہیں۔ شاید اللہ نے مجھ پر یہ عذاب نازل کر رکھا ہے کہ اپنے فتنہ ارتداد سے گمراہ کردہ لوگوں کا بوجھ ان کے گناہوں سمیت اپنے کندھوں پر ہی اٹھاؤں۔ بعض مہینوں میں میری امت کے افراد کی آمد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ مہینے میرے لئے بہت سخت ہوتے ہیں۔ ویسے ایک بات تو ہے کہ میرے امتی جائیں بھی تو کہاں، جہنم ہی میں تو آنا ہے۔ جنت کے دروازے تو ختم نبوت کے منکرین کے لئے بند ہیں۔

س : کیا نصرت جہاں بیگم سے جہنم میں ملاقات ہوتی ہے؟

ج : ہاں اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ سارے بچوں کو ساتھ لے کر آتی ہے۔ بچے رو رو کر کہتے ہیں کاش تو ہمارا ابا نہ ہوتا۔ نصرت جہاں بیگم چیختی ہے کہ کاش تو میرا خاوند نہ ہوتا۔ کاش تو پیدا نہ ہوتا تیرے جنم لینے سے لاکھوں لوگ جہنم کے سفاک جبڑوں میں کسے ہوئے ہیں اور کسے جا رہے ہیں۔ اے فریبی! تو خود کو نبی کہتا تھا۔ مجھے ام المومنین کہتا تھا اور بچوں کو اہل بیت کا نام دیتا تھا۔ اور اب سب کو لے کر جہنم میں بیٹھا ہوا ہے۔ لعنت ہے تیری شخصیت پر۔ میرا سسر میر ناصر نواب چیختا پیٹتا میرے پاس آتا ہے اور مجھے گردن سے پکڑ لیتا ہے۔ اور گلا پھاڑتا ہوا کہتا ہے او دجال! مجھے کیا معلوم تھا کہ میرے گھر میں سرا سجا کر آنے والا بڈھا دولہا کل جہنم کا بھی دولہا ہو گا۔ اور میں بد قسمت اس کا باراتی۔ کائنات میں نہ تجھ سا کوئی منحوس داماد ہو گا اور نہ مجھ سا بختوں کا مارا سسر!

س : بچوں میں سب سے زیادہ پیار کس سے تھا؟

ج : مرزا بشیرالدین سے. کیونکہ بچپن سے ہی اس سے ایسی نشانیاں آشکارا ہوتی تھیں۔ جس سے میں بہت خوش تھا کہ یہ میرا جانشین ہو گا۔

- چار سال کی عمر تک بستر پر پیشاب کرتا رہا اور دس سال کی عمر تک کھڑا ہو کر پیشاب کرتا رہا اور پھر میرا خلیفہ بن کر بھی۔
- مار پیٹ کے باوجود اکثر ننگا پھرتا رہتا تھا، اور بے تحاشا گالیاں بکتا تھا۔
- عجیب و غریب شکلیں بنا لیتا اور مختلف جانوروں کی بولیاں بول لیتا تھا۔
- اکثر مجھ ایسے چور کے بھی پیسے چرا کر لے جاتا۔
- جھوٹ اس انداز سے بولتا کہ میں بھی سچ سمجھتا۔

- دبے پاؤں آنا اور میری شراب کی بوتل سے شراب پی جانا۔
- ہنستے ہنستے اچانک زار وقطار رونے لگتا اور روتا روتا اچانک ہنسنے لگتا اور پھر فخر سے کہتا کیسا فنکار ہوں پاپا جان! میں اس سے از حد خوش تھا کیونکہ یہی وہ اوصاف تھے جو میرے ہر خلیفہ میں پائے جانے ضروری ہیں۔ تڑاخ تڑاخ جوتے پڑ رہے ہیں اب بیچارے کو!

س : کیا کسی بچے سے نفرت بھی تھی؟

ج : جی ہاں! مجھے اپنے بیٹے مرزا فضل سے شدید نفرت تھی کیونکہ وہ مجھے نبی نہیں مانتا تھا۔ مجھے صاف کہتا کہ ابا جھوٹی نبوت کا ڈرامہ بند کر دے۔ خدا کا خوف کر، ساری رات گھوڑے بیچ کر سویا رہتا ہے اور صبح اٹھ کر لوگوں سے کہتا ہے کہ آج رات مجھ پر فلاں فلاں وحی آئی ہے۔ میں اس کی پٹائی کرتا لیکن وہ باز نہ آتا۔ پھر وہ ایام جوانی میں مر گیا لیکن مجھے اس پر اتنا غصہ تھا کہ میں نے اس کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی اور شاید یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ مجھ ایسا مرتد اعظم اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکا۔

س : کبھی اپنی حسین وجمیل آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے؟

ج : بھئی میرا آپ کا مذاق نہیں ہے۔

س : سنا ہے آپ نے بڑھاپے میں اپنی رشتہ دار لڑکی محمدی بیگم سے بوڑھا عشق بھی فرمایا تھا اور شادی کے لئے بھی بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے۔ چند الفاظ اس عشق ناکام کے بارے میں؟

ج : نہ چھیڑ میرے زخموں کو بہت رسوائی پائی ہے میں نے
محمدی بیگم کے عشق میں ذلت کی ٹوکری اٹھائی ہے میں نے
ہائے مرزا سلطان لے گیا میری آسمانی منکوحہ کو
بہت چیخا، بہت تڑپا، بہت دی دہائی ہے میں نے

س : امت مسلمہ کے پیران کرام، مشائخ عظام، خطباء، ادباء، علماء، صوفیا، شعراء اور ختم نبوت کے لاکھوں پروانوں نے آپ کے برپا کردہ فتنہ کو مٹانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں اور صرف کر دیں، تاریخی تحریکیں چلائیں، جانوں کے نذرانے پیش کیے اور زندانوں کو آباد کیا لیکن کیا وجہ ہے کہ اس سخت جدوجہد کے باوجود آپ کا فتنہ ابھی تک زندہ ہے؟

ج : دشمن کو شکست دینے کے لئے اس کی طاقت کو تقسیم کرنے اور اس کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ایک اہم جنگی حکمت عملی ہے۔ ہم نے اس نہج پر خوب کام کیا ہے اور فرقہ پرستی کی تلوار سے آپ کی صفوں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ فرقہ پرستی کی وباء کو پھیلانے اور مزید پھیلانے کے لئے ہمارا

کروڑوں روپے کا بجٹ سالانہ منظور ہوتا ہے جس سے امت مسلمہ آپس میں خوب دست و گریباں ہوتی ہے۔ اور ہم ان کی آپس کی سر پھٹول دیکھ کی اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے کچھ غداروں کو ساتھ ملانا ضروری ہے آپ کے کتنے صحافی ہیں جو ہمارے وظیفہ خوار ہیں۔ آپ کے کتنے شاعر ہیں جو ہمارے دسترخواں کے خوشہ چیں ہیں۔ آپ کے کتنے سیاست دان ہیں جنھیں الیکشن ہم لڑاتے ہیں۔ کتنی لادین سیاسی جماعتیں ہیں جن کی جھولی میں ہماری عطا کردہ دولت ہوتی ہے اور جیب میں ہمارا عطا کردہ ہدایت نامہ ہوتا ہے۔ اور پھر جب کبھی پاکستان میں ہمارے خلاف کوئی آواز اٹھتی ہے تو یہی طبقہ ہمارے حق میں آواز اٹھاتا ہے اور آپ کی آواز کو دباتا ہے۔ یہ لوگ جو کچھ ہمارے لئے کرتے ہیں ہم خود اپنے لئے نہیں کر سکتے۔ یہی لوگ ہمارا سرمایہ ہیں یہی لوگ ہماری زندگی ہیں اور یہی لوگ ہماری جماعت کی روح ہیں۔

علاوہ ازیں ہمارے زندہ رہنے کے چند مندرجہ ذیل عوامل ہیں:

مسلمان حکمرانوں کی بے حسی و بے حمیتی۔

دین سے بے بہرہ لوگوں کا اعلیٰ عہدوں پر تعینات ہونا۔

عوام کی کثیر تعداد کا فتنہ قادیانیت سے نا آشنا ہونا

کلیدی اور حساس عہدوں پر قادیانی افسران کا قبضہ اور ان کے وسیع اختیارات۔

صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی، سینٹ اور حکومت کے خفیہ اداروں میں ہمارے آدمیوں کی موجودگی۔

یہود، ہنود اور نصاریٰ سے گہرے تعلقات اور ان کی سرپرستی۔

بین الاقوامی صحافت پر ہمارا اثر و نفوذ۔

دونوں سپر پاورز کا ایجنٹ ہونا۔

دنیا کی انسانی حقوق کی محافظ نام نہاد تنظیموں کا ہمارے لئے واویلا کرنا اور دنیا میں ہمیں مظلوم ثابت کرنا۔

س : ۱۹۷۴ء میں مسلمانوں کے بھرپور مطالبہ پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے آپ کو کافر قرار دے دیا۔ کیا آپ کی جماعت پر اس فیصلہ کا کوئی اثر پڑا؟

ج : ملت اسلامیہ اس فیصلہ پر پھولے نہیں سماتی تھی، لیکن یہ فیصلہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ یہ فیصلہ ایک خانہ پری ہے اور ہم اسے ایک عام تحریر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ آج یہ فیصلہ ہوئے سولہ سال بیت گئے لیکن آپ دیکھیں کہ اس فیصلہ نے کس حد تک ہمیں بیڑیاں

پہنائیں۔ آج آپ کے سامنے ہم خود کو دھڑلے سے مسلمان لکھتے ہیں، مسلمانوں ایسے نام رکھتے ہیں، کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، ہمارے جرائد و رسائل و اخبارات شائع ہو رہے ہیں۔ میری نبوت کا لٹریچر دھڑا دھڑ چھپ رہا ہے۔ آج بھی مجھے نبی اور رسول، میری بیوی کو ام المومنین۔ میرے ساتھیوں کو صحابہ کہا اور لکھا جا رہا ہے، ملک کی کلیدی اور حساس آسامیوں پر ہمارا قبضہ ہے۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینٹ میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے ہم حج کے موقع پر مکہ اور مدینہ جاتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے اندر ہمارا مرکز کفر و الحاد "ربوہ" موجود ہے۔ اور ہم پورے پاکستان میں بڑے ٹھاٹھ سے عین اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور لاکھوں مسلمانوں کے حقوق ہڑپ کر رہے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ کیا دھچکا لگا ہے ہمیں پارلیمنٹ کے اس فیصلہ کے ہاتھوں!

س : تو پھر آپ کے فتنہ کا اصل علاج کیا ہے؟

ج : ہمارا اصل علاج وہی ہے جو آپ کے بڑوں نے ہمارے بڑوں کا کیا تھا یعنی جو علاج ابو بکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب کا کیا تھا۔ میری ایک نہایت اہم بات پلے باندھ لیں کہ جب تک پاکستان میں اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا ہمارا فتنہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں سمیت زندہ رہے گا کیونکہ اسلامی نظام ہمارے لئے پیغام موت ہے اور انگریزی نظام مژدہ حیات! آپ آج پاکستان میں مرتد اور زندیق کی شرعی سزا نافذ کریں اور پھر دیکھیں کہ ارض پاکستان سے ہمارا فتنہ یوں غائب ہو گا جیسے گدھے کے سر سے سینگ قصور آپ کا ہے ہمارا نہیں۔ ذرا سوچئے اور سر پکڑ کر سوچئے!!

س : اگر ایک دفعہ پھر زندگی مل جائے تو؟

ج : اگر میں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاؤں تو اپنے کپڑے پھاڑ لوں، مینار پاکستان پر چڑھ جاؤں، قطب مینار کی چوٹی پر جا بیٹھوں، "پیسا ٹاور" پر چڑھ دوڑوں، فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی چوٹی پر کھڑا ہو جاؤں اور پھیپھڑوں اور گلے کی پوری طاقت سے چلاؤں۔ لوگو! میں دجال ہوں، میں کذاب ہوں میں وہ ذلیل و رذیل شخص ہوں جس نے جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا، اپنی ارتدادی کتابیں نذر آتش کر دوں، بہشتی مقبرہ اکھیڑ کر رکھ دوں، نام نہاد قصر خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں، ربوہ کو اس طرح آگ لگاؤں کہ پوری دنیا میں اس کا دھواں پھیلے، قادیان کو اس طرح مٹاؤں کہ رہتی دنیا تک تاریخ میں باب عبرت بن

جائے. قادیانی مرتدوں کو سولی چڑھا دوں. مرزا طاہر ملعون کا گلا دبا کر زبان اور آنکھیں نوچ لوں اور لاؤڈ سپیکر لگا کر سڑکوں پر اعلان کروں کہ خدا کی دھرتی پر رہنے والو! نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا. جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہو گا. دجال ہو گیا اور واجب القتل ہو گا۔ مگر ہائے افسوس اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا ہر کسی نے دنیا میں ایک ہی دفعہ آنا ہے اور پھر موت کا پیالہ پی کر واپس چلے جانا ہے۔ ہائے کاش میں واپس جا سکوں۔ کاش میں واپس جا سکوں۔ کاش میں واپس جا سکوں .... سسکیاں ہچکیاں۔

س : اپنے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر کو کبھی خواب میں سمجھایا ہے؟

ج : عالم خواب میں مرزا طاہر سے کئی ملاقاتیں کی ہیں اور اسے بڑے پیار سے سمجھایا ہے کہ بیٹا خدا کا خوف کر شیطان کے خول سے باہر نکل. پتہ نہیں چراغ زندگی کب بجھ جائے. وقت کو غنیمت جان اور تائب ہو کر اپنی آخرت سنوار لے. میں نے اسے کئی مرتبہ روتے ہوئے سمجھایا کہ بیٹا! میری طرف دیکھ. اپنی دادی نصرت جہاں بیگم کی طرف دیکھ. اپنے ابا بشیرالدین کی طرف دیکھ. اپنے بھائی مرزا ناصر کی طرف دیکھ اور اپنے دیگر چچاؤں اور پھوپھیوں کی طرف دیکھ، سارا خاندان جہنم میں جل رہا ہے۔ تو تو ابھی زندہ ہے۔ تیرے پاس تو توبہ کی مہلت ہے. توبہ کر لے۔ جواباً وہ کہتا ہے دادا جان بات تو آپ کی درست ہے لیکن میں کھربوں روپے کی جھوٹی نبوت کا کاروبار کیسے چھوڑ دوں. جماعت کی کروڑوں روپے کی زمینیں. بلند و بالا عمارات. ہزاروں عبادت گاہیں. لمبی لمبی کاریں. شراب و کباب و شباب کی محفلیں، بہشتی مقبرہ کی لمبی چوڑی آمدنی. خدمت گاروں کا جھرمٹ. اندھے عقیدت مندوں کا ہجوم. یہود و نصاریٰ سے دوستانہ یارانے. سپر طاقتوں سے تعلقات اور اربوں روپے کا بنک بیلنس چھوڑتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ورنہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ نہ آپ نبی تھے اور نہ ہی میں خلیفہ. یہ تو ایک ناٹک ہے جو ہم پون صدی سے رچا رہے ہیں پھر مجھ سے گلہ کرتا ہوا کہتا ہے کہ دادا جان! آپ تو نبوت کاذبہ کے اس کاروبار کو ادھورا چھوڑ گئے تھے یہ تو ہماری محنت و لیاقت ہے کہ ہم نے اس ادھورے کاروبار کو سنبھالا. چلایا. اور چمکایا۔ اتنی جدوجہد کرنے کے بعد اس چلے چلائے اور چمکے چمکائے کھربوں ڈالر کے بزنس کو چھوڑنے کا فی الحال میرا کوئی ارادہ نہیں، آپ سب بڑے شوق سے جہنم میں جلیں. مجھے تو دنیا کی ہر آسائش میسر ہے اور میں ایک پرنس کی زندگی بسر کر رہا ہوں!

س : قادیانیوں کے نام کوئی پیغام؟

ج : میری طرف سے قادیانیوں سے کہنا کہ مرزا قادیانی نے ہاتھ جوڑ کر کہا ہے کہ قادیانیو! اپنی کھال بچاؤ، آل بچاؤ، مال بچاؤ اور اگر مرزا طاہر چندہ مانگے تو اس ملعون کے سر پر ڈھول بجاؤ۔ ختم نبوت پر ایمان لاؤ، قرآن و حدیث پڑھو اور پڑھاؤ، مجھ پر لعنت بھیجو اور بھجواؤ ورنہ جہنم میں میرے پاس تشریف لاؤ، آگ پھانکو اور گرز کھاؤ اور جہنم کے دائمی مکین بن جاؤ۔

اچھا آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے گرزوں کی مار، چھتروں کی بوچھاڑ، آگ کی چنگاڑ، دھویں کی یلغار، دوزخ کی چیخ و پکار، سانپوں کی پھنکار اور فرشتوں کی دھتکار کے باوجود خاصا وقت عنایت کیا، یہ آپ ہی کی ہمت و حوصلہ ہے کہ آپ نے اس عذاب شدید کے باوجود ہمارے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اچھا اب آپ کو آگ اور گرزوں کے حوالے کرتے ہیں۔ آئندہ کبھی انٹرویو کی ضرورت پڑی تو پھر زحمت دیں گے .... تب تک کے لئے اجازت !!!! (ٹھاہ ٹھاہ، تڑاخ تڑاخ، ڈزن ڈزن، ہائے ہائے، ہو ہو کی صدائیں۔